International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 02,July-Dec 2023
PP: 167 -188

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

عہد رسالت ﷺ میں صحابہ کرام کی فقہی تربیت: تحقیقی جائزہ

Jurisprudential Training of the Companions during the Prophetic Era: Research Study

Dr. Irfan Jafar
Lecturer Islamiat, Govt Graduate College, Sahiwal
International Post-Doc Fellowship, Islamic Research Institute, IIU, Islamabad.
Hafiz Muhammad Usman
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies,Green International University, Lahore.

Abstract

Allah Almighty conveyed His commandments to humanity in the form of the Glorious Qur'an through the last Holy Prophet, Muhammad ﷺ. Allah entrusted the task of elucidating and explaining His Book to the Prophet ﷺ, making the explanations and interpretations given by the Prophet a fundamental aspect of the religion. The Companions رضی اللہ عنھم directly benefited from the Prophetic knowledge and wisdom, and they performed the unparalleled task of preserving and transmitting the fundamentals of the religion. The Prophet Muhammad ﷺ personally undertook the jurisprudential training of the Companions. He taught them to understand and reflect on the Qur'anic texts and had them practice this practically so they would gain complete expertise in deriving rulings and understanding the religion. This training enabled them to issue judgments on emerging issues and new occurrences. One of the methods employed for the Companions' jurisprudential training was assigning them the responsibility of making decisions in various matters so that they could gain deep insight through practical experience in decision-making. This article, titled "Jurisprudential Training of the Companions during the Prophetic Era: A Research Study," examines the jurisprudential insight of the Companions رضی اللہ عنھم.

Keywords:*Prophetic Era,Companions, Jurisprudential Training,Qur'anic Texts, Understanding Religion, Practical Training, Prophetic Knowledge.*

CC BY

تعارف

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مرضیات کو قرآن عظیم کی صورت میں نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ کے ذریعہ بنی نوع انسان تک منتقل کیا۔ ذات باری تعالیٰ نے اپنی کتاب کی تبیین کا فریضہ آپ کو سونپ کر توضیحات و تشریحات نبی کو بھی دینی اساس ٹھہرایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبوی علوم معارف سے براہِ راست استفادہ کرکے اساسیات دین کی تحفیظ و انتقال کا بے مثل کارنامہ سرانجام دیا۔ تابعین اور تبع تابعین کے طبقات نے دینی روایت کی تدوین و ترویج کا فریضہ اپنے ذمہ لے کر اس کا حق ادا کر دیا۔ نصِ قرآنی رسول اکرم کی بحیثیت رسول چار کاموں پر مامور فرمائے جانے کا ذکر کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ[1]

ترجمہ: حقیقت میں اللہ نے (بڑا) احسان مسلمانوں پر کیا جب کہ انہی میں سے ایک پیغمبر اُن میں بھیجا جو اُن کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک صاف رکھتا ہے اور انہیں کتاب اور حِکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

مذکورہ آیت کے مطابق رسالت کے چار وظائف ہیں:

1. تلاوت آیات
2. تزکیۂ نفس
3. تعلیم کتاب
4. تعلیم حکمت

سورۂ آل عمران کی اس آیت میں رسالت محمدی کا چوتھا وظیفہ حکمت کی تعلیم ذکر کیا گیا ہے۔ امام راغب اصفہانی حکمت کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حکمت علم و عقل کے ذریعے حق بات دریافت کر لینا ہے

الحکمة اصابة الحق بالعلم والعقل[2]

امام المفسرین ابن جریر طبری لکھتے ہیں مفسرین کے درمیان الحکمۃ کے معانی کی تعیین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے اس سے مراد سنت لی ہے اور بعض کے نزدیک حکمت سے مراد معرفت و تفقہ فی الدین ہے۔[3]

علامہ طبری نے ابن وہب کی روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے مالک سے حکمۃ کا معانی پوچھا تو مالک نے اس

سے مراد معرفت و تفقہ فی الدین اور اتباع دین کو قرار دیا۔[4]

امام شوکانی کے نزدیک حکمت سے مراد معرفتِ دین، آیات قرآنی میں تفقہ اور فہم شریعت ہے۔[5]

مذکورہ آراء کی روشنی میں حکمت سے مراد تفقہ اور فہم شریعت ہے۔ اس کی تائید عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جب نبی کریم انے ان کے لیے دعا فرمائی :"**اللھمّ علمه الحکمة**"[6]یعنی اے اللہ اس کو حکمت (تفقہ فی الدین) سکھا۔ اور دوسری روایت میں "**اللھمّ فقھه فی الدین**"[7] اے اللہ اسے دین کا گہرا ادراک عطا فرما۔ کے الفاظ مذکور ہیں۔

ما قبل منقول آراء سے یہ بات بخوبی سمجھی جاسکتی ہے کہ حکمت سے مراد تفقہ فی الدین ہے جس کی تعلیم کے لیے رسول اکرم اﷺ مامور من اللہ تھے۔

صحابہ کرام کی فقہی تربیت

قرآن کریم کی تبیین و تشریح کا فریضہ سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے نصوص کی تفہیم کے لیے تعقل و تفقہ کی تعلیم بھی دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کی عملی طور پر مشق کروائی تاکہ استنباط احکام اور تفہیم دین کے میادین میں حضرات صحابہ مہارت تامہ کے حامل ہو جائیں اور پیش آنے والے حوادث ونوازل پر حکم لگا سکیں۔ نبی کریم ﷺ کے اختیار کردہ اسلوبِ تربیت کو تین مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1. پہلا مرحلہ:

نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کو مختلف تعبیرات کے ذریعہ اجتہاد و تفقہ پر اُبھارتے تھے۔ آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر تفقہ کی فضیلت واہمیت بیان کی تاکہ صحابہ کرام غوروفکر کر کے مسائل کا حل نکالنے میں پختگی حاصل کرلیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((من یرد اللہ به خیراً یفقھه فی الدین)) [8]

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین کا گہرا فہم عطا کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

((اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فله اجران،واذا حکم فاجتھد، ثم اخطا فله اجر)) [9]

ترجمہ: جب کوئی حاکم کسی مسئلہ میں فیصلہ دے اور اجتہاد سے کام لے تو فیصلہ درست ہونے

کی صورت میں اس کو دہرا ثواب ملے گا اور اس سے فیصلہ میں غلطی ہو جائے تو تب بھی اس کو ثواب ملے گا۔

پہلی روایت میں فقیہ کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں تو اسے فقہی بصیرت عطا فرماتے ہیں جب کہ دوسری روایت میں صحابہ کرام کو اجتہاد کی وجہ سے دوہرے اجر کی خوش خبری سنائی۔

2. دوسرا مرحلہ

رسول اکرم ﷺ نے استنباط احکام کے لیے تعقل کے استعمال پر زور دیا اور اس کے لیے عملی اسلوب اختیار فرمایا جس کی متعدد مثالیں ہمارے دینی ادب میں محفوظ ہیں۔ چند نمونے ذیل میں مذکور ہیں:

نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور وفات پا گئیں تو کیا میں ان کی جگہ حج کر سکتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لوكان عليها دين اكنت قاضيه؟ قال نعم قال: فاقض دين الله احق بالادا)) (10)

ترجمہ: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے اس نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔"

یہاں حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے قرض کو انسان کے قرض پر قیاس فرمایا کیوں کہ یہ علت دونوں میں موجود ہے۔ اسی طرح ایک دن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ایک دن میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لیا (تو کیا اس سے روزہ جاتا رہا؟)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((ارايت لو مضمضت من الماء وانت صائم)) (11)

"یعنی روزے کی حالت میں کلی کرنے سے جیسے روزہ نہیں ٹوٹتا ایسے ہی اس عمل سے نہیں ٹوٹتا۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ مالدار لوگ صدقہ خیرات

کرتے ہیں روزہ رکھتے ہیں اس وجہ سے وہ آخرت میں ہم سے بازی لے جائیں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بھی یہ کرتے ہو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی وہ صدقہ وخیرات کرتے ہیں ہم صدقہ وخیرات نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : تمہارے لیے بھی صدقہ ہے تمہارا راستے سے ہڈی اُٹھانا صدقہ ہے تمہارا گناہ سے بچنا بھی صدقہ ہے تمہارا کمزور کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے اور ر تمہارا اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا بھی صدقہ ہے۔

عرض کی گئی کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا ہمیں اپنی شہوت پوری کرنے پر بھی اجر دیا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم اپنی بیوی کے علاوہ کسی اور کے ساتھ کرتے تو کیا تم گناہ گار نہ ہوتے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی! ایسا ہی ہے (یعنی گناہ گار ہوتے)۔ (12)

3. تیسرا مرحلہ

صحابہ کرام کی فقہی تربیت کے لیے جو متعدد طرق اختیار کیے گئے ان میں سے ایک طریقہ ان حضرات کو مختلف معاملات میں فیصلہ کرنے کی ذمہ داری سونپنا تھا۔ تاکہ عملی مشق کرکے فیصلہ سازی میں گہری بصیرت حاصل کی جاسکے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمرو! ان کے درمیان فیصلہ کرو انہوں نے عرض کی رسول اللہ ﷺ آپ مجھ سے زیادہ اس کے حق دار ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس کے باوجود تم کرو۔ (13)

اسی طرح غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کے لیے کہا گیا اور ان کے فیصلہ کو سراہتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "**لقد حكمت فيهم بحكم الله**"(14) یعنی تحقیق تو نے ان کے درمیان جو فیصلہ کیا اللہ کا بھی وہی فیصلہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرد کی تعلیم اور تعمیر و تربیت کو بنیادی اہمیت دی۔ عصر حاضر کی طرح مختلف میادین میں مستقل شعبہ جات کا قیام آپ ﷺ کا مقصد نہیں تھا بلکہ علم واخلاص اور تقویٰ واحساس جواب دہی سے مزین افراد کی تیاری رسول اکرم ﷺ کے نزدیک زیادہ اہمیت کی حامل تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی صورت میں ایک ایسا طبقہ تیار فرمایا کہ جس کا ہر فرد ایک ادارہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ دینی وسیاسی اور معاشی ومعاشرتی غرض تمام معاملات میں لوگ ان حضرات کی طرف رجوع کرتے اور مشکوٰۃ نبوت سے فیض یافتہ اذہان و قلوب کے حاملین سے مسائل کا حل پاتے۔

بارگاہِ رسالت میں حاضری اور محبت وخدمت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسا جلا و نور پیدا کر دیا تھا کہ

مشکل سے مشکل مسائل کو حل کرنا اور ان پر عمل کرنا انہیں آسان تھا۔ نبوی اسلوب تربیت نے ان میں مزاج شریعت سے مناسبت اور رسوخ و پختگی کا ملکہ پیدا کر دیا تھا۔ علم و تفقہ کے درجات میں اختلاف کے باوجود طبقہ صحابہ مرجع خلائق تھا۔ ابن سعد نے حضرت مسروق رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کیا ہے:

((لقد جالست اصحاب محمد ﷺ فوجدتهم كالاخاذ فالاخاذ يروى الرجل والاخاذ يروى الرجلين والاخاذ يروى العشرة والاخاذ يروى الماءة))

امام مسروق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں صحابہ کی مجلسوں میں بیٹھا میں نے انہیں چھوٹے بڑے حوضوں کی طرح پایا کوئی حوض ہے جس سے ایک ہی سوار آسودہ ہو، کوئی ہے جو دو سوار آسودہ کر سکے، کوئی ہے جو دس کو آسودہ کر دے اور کوئی ایسا کہ سو سواروں کو آسودہ کرے۔

دورِ رسالت میں فقہ اسلامی کے مآخذ

علم فقہ یا فقہ اسلامی اسلام کی قانونی جہت کا نمائندہ علم ہے اس کا آغاز بھی نبی کریم ﷺ کی نبوت کے ساتھ ہوا اور رسول اکرم ﷺ کا دور فقہ اسلامی کا ابتدائی دور ہے۔ اس اوّلین دور میں فقہ اسلامی کا مرجع و مصدر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ تھی۔ قرآن کریم کی آیات موقع و مناسبت سے اور حسب ضرورت نازل ہوتیں۔ قرآنی آیات وہدایات کبھی تو بہت واضح ہوتیں اور کبھی صرف اصولی رہنمائی دی جاتی یا مجمل حکم بیان ہوتا اور رسول اکرم ﷺ اپنی سنت سے اس کی تشریح و توضیح فرماتے۔ قرآن عظیم کا نزول دو ادوار میں ہوا۔ مکی دور میں قرآن کا خاص موضوع دعوت ایمان اور اصلاح عقیدہ تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعض اُصولی احکام بھی اس دور میں دیئے گئے۔ جیسے قتل ناحق کی ممانعت (الانعام:۱۵۱) زنا کی حرمت (المومنون:۵۔۷) یتیموں کے ساتھ بد سلوکی کی ممانعت اور ناپ تول کی درستی کی ہدایات (الانعام:۸) مدنی دور میں عملی زندگی سے متعلق احکامات دیئے گئے۔

دور نبوی میں فقہ اسلامی کا دوسرا ماخذ سنت رسول اللہ تھی۔ دین کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کے جملہ ارشادات، آیات قرآنیہ کی توضیحات و تشریحات اور آپ ﷺ کے تمام اعمال کو وحی الٰہی کے احکام میں شمار کیا گیا۔ صحابہ کرام، حضور اکرم ﷺ کے دینی ارشاد و عمل کے مطابق اپنے روز و شب بتاتے تھے۔

اجتہاد عہد رسالت میں

عہدِ رسالت میں احکام شرعیہ کا اصل مآخذ تو قرآن وحدیث ہی تھے لیکن آپ ﷺ سے اجتہاد کا ثبوت بھی

ملتا ہے۔ ایک خاتون آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ان کے ذمہ نذر کے روزے باقی تھے کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ لوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری ماں پر کسی کا دَین (قرض) باقی ہوتا تو آپ ادا کرتیں؟ خاتون نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا دین زیادہ قابل ادائیگی ہے۔ [15] اگر رسول اللہ ﷺ سے اجتہادی خطا کا ارتکاب ہو جاتا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے متنبہ فرما دیا جاتا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر جب آپ ﷺ نے قیدیوں سے فدیہ لے کر رہا کرنے کا فیصلہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔ دورِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اجتہاد کرتے تھے اور قیاس سے بھی کام لیتے تھے۔ جس کی چند مثالیں ما قبل ذکر ہو چکی ہیں۔ صحابہ نے بعض مواقع پر آپ ﷺ کی موجودگی میں اور بعض مواقع پر عدم موجودگی میں اجتہاد کیا۔ آپ ﷺ کی موجودگی میں اجتہاد کی نمایاں مثال غزوۂ بنو قریظہ کے وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی رائے ہے جب کہ عدم موجودگی میں اجتہاد کرنے کی اجازت بھی آپ ﷺ نے فرمائی تھی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے یمن بھیجے جانے والا واقعہ اجتہاد کی اجازت پر مطلع کرتا ہے۔

((بعثت معاذاً إلى اليمن فساله: بم تقضى إن عرض قضاء؟ قال: اقضى بما فى كتاب الله قال: فإن لم فى كتاب الله؟ قال: قلت : اقضى بما قضى به الرسول قال فإن لم يكن فيما قضى به الرسول؟ قال: قلت اجتهد راى ولا آلو قال: فضرب صدرى وقال الحمد لله الذى وفّق رسول الله بما يرضى رسول الله)) [16]

جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا فیصلہ کیسے کرو گے عرض کیا کتاب اللہ کے مطابق! آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس کا صریح حکم کتاب اللہ میں نہ ہو؟ عرض کیا سنت رسول اللہ کے مطابق! فرمایا اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ ہو؟ عرض کیا گیا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور غور و فکر میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے فرستادہ رسول ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے پسندیدہ طریق کی توفیق دی۔

عہدِ رسالت میں صحابہ کرام کی خدمتِ افتاء

نص قرآنی کے مطابق فتوی دینا رسول اللہ ﷺ کا فرض منصبی تھا۔ باری تعالٰی کا ارشاد ہے: **یستفتونک** ''لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔''(17)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے شرعی حکم معلوم کرتے۔ نبی کریم ﷺ نے مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خاص تربیت کی تھی۔ وہ حضرات آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے اذن سے فتویٰ دیتے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں انہیں مدینہ منورہ میں مفتی مقرر فرمایا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

جہاں تک قانون کا تعلق ہے رسول خدا نے اپنی زندگی ہی میں ان کو مدینہ منورہ میں مفتی مقرر فرمایا تھا کہ جس کسی کو کسی مسئلے کے متعلق قانونِ اسلام دریافت کرنا ہو عام طور پر انہیں سے رجوع کرلے اور یہ وہ واحد شخص ہیں جو خود رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔(18)

الطبقات الکبریٰ کی روایت کے مطابق چھ صحابہ کو افتاء کے میدان میں شہرت حاصل تھی۔

> **((کان الذین یفتون علی عهد رسول الله ثلاثة نفر من المهاجرین وثلاثة من الانصار عمر وعثمان وعلی وابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت))** (19)

عہد رسالت میں فتویٰ دینے والوں میں سے تین لوگ مہاجرین اور تین لوگ انصار میں سے تھے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔

علامہ ابن الجوزی نے عہدِ رسالت میں مفتیان صحابہ کرام کی تعداد چودہ نقل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> **((من کان یفتی علی عهد رسول الله ابوبکر وعمر وعثمان وعلی عبدالرحمن بن عوف وابن مسعود وابی ومعاذ وعمار وحذیفة وزید بن ثابت وابوالدرداء وابو موسی وسلمان))** (20)

مذکورہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ عہدِ رسالت میں صحابہ فتوے دیتے تھے اور ان کی اجتہادی آراء پر عمل کیا جاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کی فقہی تربیت کا جو اہتمام کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ تفقہ فی الدین اسلام

کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ آپ کے اصحاب کی اکثریت فقہی بصیرت سے آراستہ تھی۔ ابو اسحاق شیرازی لکھتے ہیں:

((اعلم ان اکثر اصحاب رسول الله الذین صبحوه ولا زموه کانوا فقہاء)) (21)

صحابہ کرام کی اکثریت جسے رسول اکرم ﷺ کی طویل رفاقت کا شرف حاصل رہا ہے فقیہ تھی۔

نبی کریم ﷺ کے بعد فتویٰ کی ذمہ داری کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنبھالا اور احسن طریقے سے سرانجام دیا۔

کثرت سے فتویٰ دینے والے صحابہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو فتویٰ دیا کرتے تھے ان کی تعداد ایک سو تیس سے کچھ اوپر ہے۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

مکثرین (کثرت سے فتوی دینے والے) سات صحابہ ہیں:

- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

متوسطین صحابہ

دوسرے درجے پر وہ صحابہ ہیں جو متوسطین شمار ہوتے ہیں ان میں:

- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
- حضرت اُم سلمی رضی اللہ عنہا
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

- حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما
- حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (22)

تیسرے درجے میں جو صحابہ ہیں وہ مقلین کہلاتے ہیں۔

وہ صحابہ جن سے بہت کم فتوے منقول ہیں

باقی کے اور حضرات کے فتاویٰ بہت ہی کم ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض کے تو صرف دو ایک مسائل میں ہی فتوے ہیں۔ ان سب کے فتاویٰ اگر جمع کیے جائیں تو ممکن ہے کہ کوئی چھوٹی سی کتاب تیار ہو جائے۔ اور وہ بھی پوری تلاش و تفتیش کے بعد۔ ان کے نام ملاحظہ ہوں:

ابو الدرداء، ابو الیسر، ابو سلمہ مخزومی، ابو عبیدہ بن الجراح، سعید بن زید، حسن بن علی، حسین بن علی، نعمان بن بشیر، ابو مسعود، ابی بن کعب، ابو ایوب، ابو طلحہ، ابو ذر، ام عطیہ، ام المومنین صفیہ، حفصہ، ام حبیبہ، اسامہ بن زید، جعفر بن ابو طالب، براء بن عازب، قرہ بن کعب، نافع ابو بکرہ کے سوتیلے بھائی، مقداد بن اسود، ابو السنابل، جارود عبدی، لیلیٰ بنت قانف، ابو محذورہ، ابو شریح کعبی، ابو برزہ اسلمی، اسماء بنت ابی بکر، ام شریک، خولاء بنت تویت، اسید بن حضیر، ضحاک بن قیس، حبیب بن مسلمہ، عبد اللہ بن انیس، حذیفہ بن یمان، ثمامہ بن اثال، عمار بن یاسر، عمرو بن عاص، ابو الغاذیہ سلمی، ام درداء کبریٰ، ضحاک بن خلیفہ مازنی، حکم بن عمرو غفاری، وابصہ بن معبد اسدی، عبد اللہ بن جعفر بر مکی، عوف بن مالک، عدی بن حاتم، عبد اللہ بن ابی اوفی، عبد اللہ بن سلام، عمرو بن عبسہ، عتاب بن اسید، عثمان بن ابی عاص، عبد اللہ سرجس، عبد اللہ بن رواحہ، عقیل بن ابی طالب، عائذ بن عمرو، ابو قتادة

عبداللہ بن معمر عدوی، عمی بن سعد، عبداللہ بن ابی بکر صدیق ان کے بھائی عبدالرحمن، عاتکہ بنت زید بن عمرو، عبداللہ بن عوف زہری، سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، ابو منیب، قیس بن سعد، عبدالرحمن بن سہل، سمرہ بن جندب، سہل بن سعد ساعدی، عمرو بن مقرن، سوید بن مقرن، معاویہ بن حکم، سہلہ بنت سہیل، ابو حذیفہ بن عتبہ، سلمہ بن اکوع، زید بن ارقم، جریر بن عبداللہ بجلی، جابر بن سلمہ، اُمّ المومنین جویریہ، حسان بن ثابت، حبیب بن عدی، قدامہ بن مظعون، عثمان بن مظعون، مالک بن حویرث، ابو امامہ باہلی، ام المومنین میمونہ، محمد بن مسلمہ، خباب بن ارت، خالد بن ولید، ضمرہ بن فیض، طارق بن شہاب، ظہیر بن رافع، رافع بن خدیج، سیدۃ النساء فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ، فاطمہ بنت قیس، ہشام بن حکیم بن حزام، ان کے والد حکیم بن حزام، شرحبیل بن سمط، اُمّ سلمہ، دحیہ بن خلیفہ کلبی، ثابت بن قیس بن شماس، ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ، مغیرہ بن شعبہ، بریدہ بن خصیب اسلمی، رویفع بن ثابت، ابو حمید، ابو اسید، فضالہ بن عبید، ابو محمد جن سیوتر کے وجوب کی روایت ہے۔ ان کا نام مسعود بن اوس انصاری ہے یہ نجاری ہیں، بدری ہیں اور زینب بنت ام سلمہ اور عتبہ بن مسعود اور بلال موذن اور عروۃ بن حارث اور سباہ بن روح یا روح بن سباہ اور ابو سعید معلیٰ اور عباس بن عبد المطلب اور بشر بن ارطاۃ اور صہیب بن سنان اور اُمّ ایمن، اور اُم یوسف اور غامدیہ اور ماعز اور ابو عبداللہ بصری رضی اللہ عنہم پس یہ صحابہ ہیں جن سے فتوے منقول ہیں۔ (23)

مدینہ کے مفتی

مدینہ کے تابعی مفتیوں کے نام یہ ہیں:

ابن المسیب، عروۃ بن زبیر، قاسم بن محمد، خارجہ بن زید، ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام، سلیمان بن یسار، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود یہ سب بزرگ بڑے پائے کے فقیہ تھے۔ ان کے علاوہ یہ حضرات بھی مفتی تھے: ابان بن عثمان، سالم، نافع، ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف، علی بن حسین، ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اُن کے دونوں لڑکے محمد اور عبداللہ اور عبداللہ بن عمر بن عثمان وغیر ہم۔ (24)

عہدِ رسالت مآب ﷺ میں شعبہ قضاء

مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ نبی کریم اسلام کے پہلے قاضی بھی تھے اور یہ منصب بھی آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

((فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ)) (25)

ترجمہ :سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہو، آپ کو حکم نہ بنالیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں شعبہ قضاء کی بنیاد رکھی آپ ﷺ نے بطورِ قاضی کئی معاملات کے فیصلے کیے۔ احادیث کی طرح آپ ﷺ کے فیصلوں کو بھی صحابہ و تابعین نے محفوظ کیا۔ شعبہ قضا کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کئی معاملات میں فیصلہ کرنے پر مقرر فرما کر انہیں میدانِ قضاۃ کی مبادیات اور حدود و قیود سے روشناس کرایا اور پھر ان تربیت یافتہ صحابہ میں سے بعض کو بطورِ قاضی مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیا۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آپ نے قاضی مقرر فرما کر یمن روانہ کیا۔ اسی طرح سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک کے بعد بطورِ قاضی یمن روانہ کیا گیا۔ [26] سیدنا علاء بن الحضرمی بحرین میں قاضی بنا کر روانہ کیے گئے۔ سیدنا عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ۸ ہجری میں مکہ کے اندر قاضی مقرر فرمایا جو رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بھی قاضی رہے۔ فاتح مصر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے عمان روانہ کیا تھا۔ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حذیفہ بن یمان کو دربارِ رسالت سے باہمی تنازعات میں فیصلہ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ شعبہ قضاء کے ان معروف صحابہ کے علاوہ بھی بعض اور اصحاب کے بارے میں روایات موجود ہیں کہ جو ان کے دورِ رسالت میں حکم اور قاضی بنائے جانے کا پتہ دیتی ہیں۔

تدوین فقہ عہدِ رسالت میں

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کا یہ امتیاز ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں دین اسلام کو جملہ شعبہ ہائے حیات میں نافذ کرکے دکھایا۔ صحابہ کرام اپنے تمام مسائل و معاملات میں رہنمائی کے لیے آپ ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور آپ ﷺ ان کو حل فرماتے۔ رسول اکرم ﷺ نے قرآن و سنت کی بنیاد پر اسلامی معاشرہ کی بنیاد رکھی اور اجتہاد و استنباط کی مشق کروا کر پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کا ڈھنگ بھی سکھا دیا۔ افتاء و قضاء کے شعبہ جات قائم کر کے اسلامی نظام قانون کو وجود بخشا۔

عہدِ رسالت میں نبی کریم ﷺ خود موجود تھے اور آپ ﷺ پر وحی جلی اور خفی نازل ہو رہی تھی۔ اس لیے مسلمانوں کو احکام شرعیہ جاننے کے لیے کوئی مشکل پیش نہ آتی اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی قدر کی طرف رجوع کیا جاتا اور آپ ﷺ اس کو حل فرما دیتے۔ جملہ معاملات میں صحابہ کرام کا مرجع

رسول کریم ﷺ کی ذات تھی۔ صحابہ کرام باہمی اختلاف کی صورت میں بھی آپ ﷺ کی طرف رجوع کرتے۔ اس لیے عہد رسالت میں فقہ اسلامی کی مستقل الگ علم کے طور پر تدوین کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

((اعلم ان رسول اللہ لم یکن الفقہ فی زمانہ الشریف مدونًا)) (27)

"رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فقہ ایک باضابطہ فن کی صورت میں مدون نہیں تھا۔"

ابتداء میں فقہ اسلامی ایک مستقل علم کے طور پر تو مدوّن نہ ہوا لیکن چوں کہ یہ علم قرآن و سنت سے ماخوذ و مستنبط ہے اور یہ دونوں ماخذ احکامِ الٰہیہ شرعیہ کے اُصول اور تشریحات پر مشتمل ہیں اور ان کی تدوین کا آغاز عہد نبوی ہی میں ہوا اس لیے اس اعتبار سے یہ کہنا بجا ہوگا کہ تدوین فقہ کا آغاز دورِ رسالت ہی میں شروع ہوا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

"جہاں تک فقہ کے موجودہ مفہوم کا تعلق ہے اور جس میں عبادات معاملات اور حدود و تعزیرات یعنی سزائیں داخل ہوتی ہیں۔ عہدِ نبوی ہی سے اس کے لکھنے کی کوشش شروع ہو چکی تھی۔ (28)

رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ (احکام و قوانین سے متعلقہ احادیث بھی) کو لکھنے اور مدون کرنے کا آغاز آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں ہو گیا تھا۔ متعدد مواقع پر آپ ﷺ نے خود ضروری احکام وہدایات کو قلم بند کروایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فتح مکہ کے سال قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے بنی لیث کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا جب آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے اپنی سواری پر بیٹھ کر خطبہ دیا جس میں حرم محترم کی عظمت و حرمت اس کے آداب کی تفصیل اور قتل کے سلسلے میں دیت و قصاص کا بیان تھا۔ خطبہ سے فارغ ہوئے تو ایک یمنی صحابی حضرت ابو شاہ رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر درخواست کی کہ یارسول اللہ ! یہ خطبہ میرے لیے لکھوا دیں۔ آپ ﷺ نے درخواست منظور کر کے حکم دیا: "**اکتبوا لابی شاہ**" (29) بوشاہ کے لیے لکھ دو۔

حافظ ابن عبد البر نے ایک روایت نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں:

((وکتب رسول اللہ کتاب الصدقات والدیات والفرائض والسنن لعمرو بن حزم وغیرہ)) (30)

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے عمرو بن حزم وغیرہ کے لیے صدقات، دیات، فرائض اور سنن کے متعلق ایک کتاب رقم کروائی تھی۔"

امام دار قطنی نے حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے اہل یمن کی طرف حارث بن عبد کلال اور ان کے ساتھ معافر وہمدان کے دیگر یمنیوں کے نام ایک تحریر لکھی تھی جس میں زرعی پیداوار کے بارے میں احکامات درج تھے۔[31]

اہل یمن کے نام احکام زکوٰۃ سے متعلق نبی کریم ﷺ کی ایک تحریر کا تذکرہ امام شعبی نے کیا ہے۔ مصنف ابو بکر ابن ابی شعبہ کی کتاب الزکوٰۃ میں اس نوشتہ کی کئی احادیث امام شعبی کی روایت سے منقول ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ آپ نے کتاب الصدقۃ تحریر فرمائی اور اس کو عاملوں کی طرف روانہ کرنے سے قبل آپ رحلت فرماگئے۔ یہ کتاب آپ کی تلوار کے ساتھ رکھی تھی۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا ان کے وصال کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عمل کیا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔[32]

رسول اکرم ﷺ کے املاء فرمودہ احکام کے ایک مجموعے کا تذکرہ مصنف عبد الرزاق میں موجود ہے:

((ان النبی کتب کتاباً فیه هذه الفرائض فقبض النبی قبل ان یکتب الی العمال فاخذ به ابوبکر وامضاه بعد علی ما کتب)) [33]

”نبی اکرم ﷺ نے فرائض و احکامات کی ایک کتاب املاء کروائی تھی لیکن عمال کو روانہ کرنے سے قبل آپ ﷺ کا وصال ہو گیا آپ ﷺ کے بعد وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور انہوں نے اس پر عمل کروایا۔“

ان مجموعہ ہائے احکامات کے علاوہ مختلف قبیلوں کو تحریری ہدایات عمال وولاۃ کے نام احکام، معاہدات، صلح نامے، امان نامے اور اسی طرح کی بہت سی مختلف تحریریں تھیں جو نبی کریم ﷺ نے وقتاً فوقتاً قلم بند کروائیں۔

عہد خلفائے راشدین اور فقہ اسلامی کی تشکیل وتدوین

عہدِ رسالت کے بعد خلفائے راشدین کے دور کا آغاز ہوا۔ کبار صحابہ میں یہ خلفاء علم وفضیلت کے اعتبار سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور اُصول ہائے شریعت کا گہرا ادراک رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے ان کی اتباع کی تلقین فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی عضوا علیها بالنواجذ وإیاکم ومحدثات الامور)) [34]

ترجمہ: میرے بعد میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت خوب مضبوطی سے پکڑنا اور

نئے نئے کام ایجاد کرنے سے بچنا۔

حضرات خلفائے راشدین نے افتاء وقضاء میں شرعی حکم کی معرفت اور استخراج کے لیے اسی طریقہ کار کو اختیار کیا جس کی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تربیت پائی تھی۔ مسائل کے حل کے لیے وہ اوّلاً کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے اگر وہاں سے کوئی حکم نہ ملتا تو پھر سنت رسول کی طرف رجوع کرتے اگر وہاں سے بھی نہ ملتا تو فقہی میدان کے ماہر صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا جاتا اور کسی رائے پر اتفاق کی صورت میں اس پر عمل کیا جاتا۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

((كان ابوبكر الصديق إذا ورد عليه حكم نظر فى كتاب الله تعالى فان وجد فيه ما يقضى به قضى به وإن لم يجد فى كتاب الله نظر فى سنة رسول الله فان وجد فيها ما يقضى به قضى به فإن اعياه سال النّاس : هل علمتم ان رسول الله قضى فيه بقضاء فربما قام يليه القوم فيقولون: قضى فيه بكذا وكذا فإن لم يجد سنة سنها النبى جمع روساء النّاس فاستشارهم فاذا اجتمع رايهم على شىء قضى به)) (35)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کبھی کوئی مسئلہ آتا تو آپ کتاب اللہ میں دیکھتے اگر اس میں پاتے تو اسی کے مطابق فیصلہ فرماتے اور اگر نہ پاتے تو حدیث رسول ﷺ کو دیکھتے اور اس کے مطابق حکم لگاتے اگر اس میں بھی عاجز آجاتے تو لوگوں کو جمع کر کے ان سے پوچھتے کہ تم میں سے کسی کو اس مسئلہ کی حدیث معلوم ہے بسا اوقات لوگ کھڑے ہو جاتے اور بتلا دیتے کہ اس میں رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے اگر اس پر بھی کوئی فیصلہ ہاتھ نہ لگتا تو بڑے بڑے لوگوں کو بلاتے اور ان سے مشورہ کرتے اگر سب مل کر ایک ہی بات کہتے تو آپ وہی حکم دے دیتے۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے رسول اکرﷺم کی تعلیم وتربیت کے نتیجے میں پیش آمدہ مسائل کے بارے میں تفقہ اور تدبر سے بھرپور کام لیا آپؓ نے میراث کے معاملے میں دادا کو باپ پر قیاس کرتے ہوئے اُسے باپ ہی قرار دیا۔ (36)

اسی طرح آپ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف قتال کرتے وقت زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا تھا۔ (37) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد بھی خلفاء کا یہی طریق رہا۔ وہ حوادث ونوازل کے بارے میں اجتہاد سے کام لیتے

رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو خط لکھا اور معاملات و مسائل کے حل کے لیے قرآن وسنت اور اجماع واجتہاد کی طرف رجوع کی نصیحت فرمائی۔ ابن قیم لکھتے ہیں:

((وفی کتاب عمر بن الخطاب إلی شریح: اذا وجدت شیئا فی کتاب اللہ فاقض بہ وتلتفت إلی غیرہ وإن اتاک شیئ لیس فی کتاب اللہ فاقض بما سنّ رسول اللہ فإن اتاک ما لیس فی کتاب اللہ ولم لیسُنّ رسول اللہ فاقض بما اجمع علیہ الناس وإن اتاک ما لیس فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسول اللہ ولم یتکلم فیہ احد قبلک فإن شئت ان تجتہد رایک فتقدم)) (38)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا کہ جو کتاب اللہ میں مل جائے اسے لے لیا کر پھر کسی سے پوچھنے کی مطلقاً ضرورت نہیں، اس کے بعد سنت رسول اللہ پر نظر ڈال جو اس میں مل جائے اسے مان لے اگر سنت میں نہ ملے تو لوگوں کی اجماعی رائے پر فیصلہ کر اور اگر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور لوگوں کی اجماعی رائے خاموش ہیں تو پھر تو چاہے تو اجتہاد کر اپنی رائے سے۔"

سیدنا عمر فاروقؓ بھی پیش آمدہ نئے مسائل کے حل کے لیے قرآن وسنت کی طرف رجوع کرتے اور اگر اُن کا حل نصوص میں نہ پاتے تو اجتہاد سے کام لیتے مختلف معاملات میں آپ کی اجتہادی آراء کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے آپ کی اجتہادی آراء میں مصارف زکوٰۃ میں سے مؤلفۃ القلوب کی مد میں مال زکوٰۃ کو خرچ نہ کرنا، گھوڑوں پر زکوٰۃ، اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح پر پابندی اور قحط کی حالت میں حد سرقہ کا عدم اطلاق وغیرہ شامل ہیں۔(39)

خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی سلطنت نے وسعت حاصل کی، فارس، عراق، شام اور مصر جیسے ممالک زیر نگیں آئے۔ مختلف عادات واعراف کے حاملین سے اختلاط ہوا۔ ان سے معاملات کرنے پڑے تو اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ ایسی صورت میں تعلقات ومعاملات کی شرعی نوعیت کی تعیین بھی کی جائے، بہت سارے ایسے مسائل سامنے آئے کہ جن کے بارے میں قرآن وسنت میں براہِ راست کوئی واضح حکم موجود نہیں تھا تو ایسے غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لیے صحابہ نے اجتہاد کیا۔ وہ مشابہ اُمور کو دوسرے مشابہ پر قیاس بھی کرتے اور امثال بالا مثال کے قیاس پر حکم فرمایا کرتے اور اس میں شریعت نے احکام میں جن اُمور کی رعایت کی ہوتی اس کو پیش نظر رکھتے، اُن کے درمیان اختلاف رائے بھی پیدا ہوا لیکن نقاطِ نظر کے اختلافات کو صحابہ مذموم نہیں سمجھتے تھے، وہ وسعتِ قلبی سے کام لیتے ہوئے دوسرے کو اختلاف کا حق دیتے تھے۔

صحابہ کی اختلافی آراء کتب فقہ اور حدیث کی شروح میں مشاہدہ کی جاسکتی ہیں۔

افتاء کے ساتھ ساتھ قضاء و قانون کے میدان میں بھی خلفائے راشدین نے عہدِ رسالت سے ماخوذ اُصولوں کی روشنی میں ارتقائی منازل طے کیں۔ عہدِ رسالت کی طرح دورِ صدیقی میں بھی عمومی طور پر عاملین انتظام وعدالت کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔ لیکن بعض مقامات پر کچھ صحابہ خاص طور پر بطورِ قاضی مقرر کیے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو محکمہ قضاۃ کا سربراہ مقرر کیا تھا۔ (40)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے متعین کردہ عاملین و قضاۃ کو برقرار رکھا ان میں چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں:

عتاب بن اُسید مکہ میں، عثمان بن ابی العاص طائف میں، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ زبید ورمع میں، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ الجند میں، مھاجر بن ابی اُمیہ صفاء میں، العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ بحرین میں، زیاد بن لبید حضر موت میں، یعلی بن امیہ خولان میں، جریر بن عبد اللہ نجران میں، عبد اللہ بن ثور ثور میں، عیاض بن غنم دومۃ الجندل میں۔ (41)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی سلطنت نے وسعت پائی نئے ممالک وشہر مسلمانوں کے زیر اقتدار آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان علاقوں میں عاملین و قضاۃ متعین کیے ان میں سے چند کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مدینہ میں، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینہ میں، یزید بن سعید مدینہ، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں، سلیمان بن ربیعہ الباہلی قادسیہ میں اور پھر کوفہ میں، شریح بن الحارث کوفہ میں، جبیر بن القشعم بن یزید مدائن میں، ابو قرۃ الکندی مدائن میں، ایاس بن صبیح بصرہ میں، کعب بن سور الازدی بصرہ میں، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ میں، قیس بن ابی العاص مصر میں، عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ شام میں۔ (42)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شیخین کی طرح پیش آمدہ مسئلوں کے بارے میں اجتہاد سے کام لیتے مثلاً ایک شخص اگر مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور پھر فوت ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کی بیوی کیا اُس کی وارث ہو گی یا نہیں حضرت عثمان نے ایسے شخص کی بیوی کو اُس کا وارث بنایا ہے اگرچہ خاوند کی وفات کے وقت اُس

کی عدت بھی کیوں نہ گزر چکی ہو آپ کا یہ اجتہادی فیصلہ سد ذریعہ کے طور پر تھا۔[43]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعین کردہ بعض قاضیوں کو ان کے عہدوں پر قائم رکھا اور بعض عاملین و قضاۃ کو آپ نے مقرر کیا ان میں سے چند بڑے نام ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

ابو الدرداء عویمر بن مالک دمشق میں، نافع بن عبد الحارث الخزاعی مکہ میں، سفیان بن عبد اللہ الثقفی طائف میں، عبد اللہ بن ابی ربیعہ یمن میں، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کوفہ میں، عبد اللہ بن عامر بصرہ میں، معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ دمشق میں، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر میں قاضی مقرر ہوئے۔[44]

چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اقضی الصحابہ کے خطاب سے نوازا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ عہدِ رسالت میں اور بعد میں تینوں خلفاء کے دور میں بھی فیصلے فرماتے رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہادی فیصلوں کی متعدد مثالیں موجود ہیں مثلاً حضرت عمر فاروق کے زمانے میں صنعاء علاقے کی ایک عورت کا شوہر کہیں گیا اور اپنا ایک لڑکا جو اس عورت کے بطن سے نہ تھا اس کے پاس چھوڑ گیا بعد میں اُس عورت نے ایک شخص سے تعلق قائم کر لیا اور اس سے کہا کہ یہ لڑکا ہمارا راز نہ فاش کر دے اس لیے اس کو قتل کر دیتے ہیں پھر چھ مردوں اور اُس عورت نے مل کر اُس لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر فاروق نے حضرت علی سے مشورہ کیا تو حضرت علی نے فرمایا کہ امیر المومنین اگر ایک اونٹ کو کئی افراد مل کر چوری کریں اور اُس کا ایک ایک عضو کاٹ کر لے جائیں تو کیا آپ اُن سب کے ہاتھ کاٹیں گے یا نہیں؟ سیدنا عمر فاروق نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت علی نے فرمایا تو پھر یہاں بھی یہی صورت ہے سیدنا علی نے یہاں قتل کو سرقہ پر قیاس کیا۔[45]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں بعض قاضیوں کو اپنے عہدوں پر قائم رکھا اور بعض نئے قاضی مقرر کیے جن میں سے چند مشہور نام یہ ہیں:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یمن میں، عثمان بن حنیف بصرہ میں، قیس بن سعد مصر میں، قثم بن العباس مدینہ میں اور بعد میں مکہ و طائف میں، محمد بن یزید کوفہ میں، سعید بن نمران کوفہ میں، مصعب بن زبیر کوفہ میں مقرر کیے گئے۔[46]

خلفائے اربعہ اپنے ادوار میں خود مقدمات سنتے اور فیصلہ صادر فرماتے۔ یہ فیصلے محفوظ کیے گئے اور عصر حاضر میں مستقل کتب کی صورت میں موجود ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں محققین لکھتے ہیں کہ

انھوں نے بڑے پیمانے پر قضاۃ کا مستقل تقرر کیا۔ خلفائے راشدین اپنے مقرر کردہ عاملین وقضاۃ کو احکامات صادر کرتے رہتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا ابو موسیٰ اشعری کو ستر کے قریب مکتوب ملے جن میں انتظامی وسیاسی موضوعات کے ساتھ ساتھ نظم و قانون کے معاملات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک خط خاص اہمیت کا حامل ہے جس کی استنادی حیثیت علمی حلقوں میں موضوعِ بحث رہی ہے۔ یہ خط قانونی واخلاقی ہدایات پر مشتمل ہے اور اسلامی قانونِ فکر کی ایک اہم دستاویز ہے۔

خلفائے اربعہ کے ادوار میں فقہ اسلامی عملی اور واقعاتی رہی۔ پیش آمدہ حل طلب مسائل کو طے کیا جاتا۔ اس لیے کہ نظری مسائل اور بعد میں پیش آنے والے مسائل کی طرف توجہ کی فرصت نہیں تھی اس دور میں فتاویٰ واحکام فقہیہ کو مدون تو نہیں کیا گیا لیکن تحفیظ بالصدر والعمل کا اہتمام ضرور کیا گیا۔

خلفائے راشدین کے دور میں عظیم فقیہ صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ موجود رہے ان کے تلامذہ میں سے قبیصہ بھی تھے جو کہ مدینہ کے مشہور فقیہ تھے وہ فرائض میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ایک کتاب کی روایت کرتے تھے یہ کتاب چھٹی صدی ہجری تک موجود رہی اور فرائض کے میدان میں یہی کتاب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی معتمد علیہ رہی۔ امام زہری کا بیان ہے کہ اگر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ کتاب نہ لکھتے تو یہ علم معدوم ہو جاتا۔ اسی طرح حضرت زید کی ایک اور کتاب کتاب الدیات کا بھی پتہ چلتا ہے جو محفوظ نہ کی جا سکی۔ تدوین فقہ کی ابتدائی اور انفرادی کوششوں میں ایک اہم کاوش حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی کتاب بھی ہے۔ ان کے شاگرد حسین بن شفی بن مانع الشفعی نے مصر میں ان سے قضی رسول اللہ ﷺ (رسول اللہ ﷺ کے فیصلے) روایت کی۔ [47]

بہت ساری روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض فقہی معاملات کے بارے میں مراسلات لکھ کر آپس میں تبادلہ معلومات کرتے تھے۔ مثلاً نافع بن الازرق کے بارے میں روایت میں آتا ہے کہ میراث میں اقرباء کے حصوں کے بارے میں انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ تابعین عظام بھی فقہی اُمور سے متعلقہ تحریریں محفوظ و منتقل کرتے تھے۔ امام شعبی کے بارے میں مجاہد بیان کرتے ہیں کہ وہ صدقات اور فرائض کے بارے میں عبارتیں لکھواتے رہتے تھے۔ اسی طرح امام صاحب کی دو کتب کتاب الفرائض اور کتاب الجراحات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ [48]

خلاصہ بحث و نتائج و سفارشات

خلافت راشدہ کے بعد کا زمانہ (پہلی صدی ہجری کے اختتام تک) صغار صحابہ واکابر تابعین کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں بھی اجتہاد و استنباط کا وہی منہج رہا جو صحابہ کرام نے اختیار کیا تھا۔ اس دور میں فقہی میدان کے ماہر صحابہ کا مختلف علاقوں اور شہروں میں ورود ہوا جہاں لوگ ان سے مستفید ہوئے اور ان جگہوں پر ان فقہاء صحابہ کی آراء وفتاویٰ کو قبولیت حاصل ہوئی۔ مدینہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مکہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے تلامذہ، کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد، بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، شام میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، مصر میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ پر اعتماد کیا جاتا۔ اس دور میں اختلاف رائے کی کثرت ملتی ہے کیوں کہ صحابہ وفقہاء تابعین مختلف شہروں میں مقیم تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں کبار صحابہ کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی تھی اور اس فیصلہ میں کئی حکمتیں مضمر تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں علماء وفقہاء صحابہ کی بڑی تعداد مختلف علاقوں کی طرف روانہ ہوئی۔ اور ان کے درمیان رابطہ یا رابطے کے وسائل مفقود تھے۔ اس لیے اس دور میں اجتماعی اجتہاد کی جگہ انفرادی اجتہاد کا غلبہ دکھائی دیتا ہے۔

اس دور میں اجتہاد واستنباط کے میدان میں دو مکاتب فکر منظر عام پر آئے ایک وہ جو ظاہر حدیث پر قانع تھے۔ یہ لوگ اصحاب الحدیث کہلائے اور دوسرے وہ جو نصوص اور ان کے مقاصد ومصالح کو مد نظر رکھ کر رائے قائم کرتے تھے۔ یہ لوگ اصحاب الرائے کہلائے دونوں مکاتبِ فکر کے ہاں اکابر صحابہ موجود تھے۔ اصحاب الحدیث کا مرکز مدینہ تھا جب کہ اصحاب الرائے عراق میں موجود تھے۔ اصحاب الرائے کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ ان مسائل کے بارے میں جو ابھی وجود میں نہیں آئے لیکن ان کے وقوع پذیر ہونے کا امکان ہے۔ ان پر غور وفکر کرتے اور اپنے رائے کا اظہار کرتے۔ ایسی آراء فقہ تقدیری کہلائیں اصحاب الرائے کو اس طرزِ عمل پر مطعون کیا گیا لیکن آج اسی فقہ تقدیری کا نتیجہ ہے کہ پیش آمدہ نئے مسائل کو حل کرنے کے لیے قدیم فقہی ذخیرہ سے کام لیا جارہا ہے۔ اس دور میں سیاسی اختلافات کی وجہ سے مسلمانوں میں تقسیم پیدا ہوئی مسلمان معاشرے میں اہل السنہ، خوارج اور شیعہ تین گروہ بن گئے۔ اختلاف کی بنیاد تو سیاسی تھی لیکن بعد میں اس نے مذہبی رنگ اختیار کیا۔

پہلی صدی ہجری میں صحابہ کرام کے بعد ان کے تربیت یافتہ علماء وفقہاء نے تحفیظ وانتقال شریعت کا فریضہ

سرانجام دیا۔ فقہی و قانونی میادین میں انہوں نے تفریعات اسلام پر بہت عرق ریزی کی۔ یہ قرآن و سنت کی جامعیت اوران اصحاب کے صائب اجتہادات تھے کہ جن کی بدولت اسلام کے پیغام نے کرۂ ارض کو متاثر کیا۔ اسی طرح پہلی صدی ہجری میں فقہی سرگرمیوں کی وسعت اور فقہی سرمایہ کی حفاظت وتدوین کے لیے کی گئی کوششوں سے پتہ چلتا ہے کہ علمائے اُمت نے علم فقہ کو کتنی اہمیت دی اور محنت شاقہ سے مبادیات فقہ کو محفوظ کرکے مابعد کے علماء کے لیے سہولت کاسامان کر دیا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] آل عمران۳: ۱۶

[2] الراغب الاصفهانی، ابی القاسم الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن،المملكة العربية السعودية، مکتبه نزار مصطفی الباز،ل۔ت، ۱۶۸/۱

[3] الطبری،ابوجعفر محمد بن جریر ، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، بیروت، دارالمعرفة، الطبعة الاولی ، ۱۳۲۳ھ،۶۴۵/۱

[4] ایضاً

[5] الشوکانی ،محمد بن علی، فتح القدیر ، القاہرہ، دارالوفاء ، ل۔ت، ۲۸۶/۱

[6] الجامع الصحیح للبخاری، کتاب فضائل الصحابه ،باب ذکر ابن عباس رضی الله عنه ،حدیث:۳۷۵۶، ۲۷/۵۔

[7] الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الوضوء ، باب وضع الماء عند الخلاء ،حدیث:۱،۱۴۳/۴۱۸۔

[8] الجامع الصحیح للبخاری، کتاب العلم ، باب من یرد الله به خیراً، حدیث:۷۱ :۲۵۹/۱۔

[9] الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الاعتصام ، باب اجر الحاکم إذا اجتهد ،حدیث:۷۳۵۲، /۱۰۸

[10] الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الایمان والنذور ،باب من مات وعلیه نذر، حدیث: ۶۶۹۹ ، ۱۴۲۱۱/۸

[11] سنن ابی داود ،کتاب الصوم ،باب القبلة للصائم ،حدیث:۲۳۸۵ ،۶۰۱۲/۴

[12] الجامع الصحیح المسلم ، باب بیان ان السم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف، حدیث:۱۰۰۶، ۶۹۷۱۳/۲۔

[13] مسند احمد بن حنبل، ۲۳۷۴، ۲۰۵۱۴/۴

[14] الجامع الصحیح للمسلم ،کتاب الجهاد، باب جواز قتال من نقض العهد، حدیث:۱۷۶۸، ۳/ ۱۳۸۸۱۵

[15] محمد بن سعد، ابوعبدالله، الطبقات الکبری، بیروت، دار صادر، الطبعة الاولی ،۱۹۶۸ء ، ۳۴۲۱۶/۲

[16] الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الصوم، باب من مات وعلیه صوم، حدیث:۱۹۵۳، ۳۵۱۷/۳۔

[17] محمد بن سعد، ابوعبدالله، الطبقات الکبری، ۳۱۸/۲

[18] سورۃ النساء : ۱۷۶/۴

[19] حمید اللہ ، ڈاکٹر ، امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی ، کراچی ، اُردو اکیڈمی سندھ، طبع پنجم ،۱۹۶۵ء ، ص۲۵

[20] محمد بن سعد، ابو عبداللہ، الطبقات الکبری، ۳۴۱/۲

[21] ابن الجوزی، ابی الفرج، جمال الدین بن علی بن محمد، المدہش، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۸۵ء ، ص۲۲

[22] الشیرازی، ابی اسحاق، طبقات الفقہاء ، بیروت، دار القلم، ل۔ت، ص۳۔

[23] ابن قیم الجوزیۃ، ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، دار ابن الجوزی ، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۳ھ، ۱۸/۲۔

[24] ایضاً ، ص۱۹/۲

[25] ایضاً ، ص۴۶/۲، ۱۴

[26] سورۃ النساء ۴ : ۶۵

[27] الزحیلی، الدکتور محمد، تاریخ القضاء فی الإسلام ، بیروت، دار الفکر المعاصر ، الطبعۃ الاولی، ۱۹۹۵ء ، ص۲۸

[28] الدہلوی، شاہ ولی اللہ محدث، انصاف فی بیان سبب الاختلاف ، بیروت، طبعۃ دار النفائس، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۴ھ، ص ۲۹

[29] حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، امام ابو حنیفہ اور تدوین فقہ ، ص۲۲۳۰

[30] الزحیلی، الدکتور محمد، تاریخ القضاء فی الإسلام ، ص۶۵۳

[31] ابن عبدالبر، الاندلسی، جامع بیان العلم وفضلہ، (باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم حدیث: ۳۹۲)، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، دار ابن الجوزی، ص ۳۰۳

[32] سنن الترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ماجاء فی زکوۃ الإبل والغنم، حدیث: ۶۲۱، ۸/۳

[33] الزحیلی، الدکتور محمد، تاریخ القضاء فی الإسلام ، ص۶۵۔

[34] مصنف عبدالرزق، کتاب الزکوۃ ، باب البقر ، حدیث: ۶۸۵۳، ۲۵/۴

[35] سنن الترمذی ، کتاب العلم ، باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع ، حدیث: ۲۶۸۶، ۴۴/۵

[36] ابن قیم الجوزیۃ، اعلام الموقعین ،۶۵/۱۔

[37] شعیب احمد، حافظ، خلفاء راشدین کا اجتہادی منہج و نوعیت اور عصر حاضر میں اس سے استفادہ، لاہور، دار النوادر، ص۱۴۵،

[38] ایضاً

[39] ابن قیم الجوزیۃ، اعلام الموقعین ،۶۵/۱۔

[40] شعیب احمد، حافظ، خلفاء راشدین کا اجتہادی منہج و نوعیت اور عصر حاضر میں اس سے استفادہ، ص۱۶۱

[41] وکیع، محمد بن خلف، اخبار القضاۃ، مراجعہ سعید محمد اللحام ، بیروت، عالم الکتب، ل۔ت ص۴۷

[42] الزحیلی، الدکتور محمد، تاریخ القضاء فی الاسلام ، ۱۳۸۴۳، ۱۳۹

[43] ایضًا

[44] شعیب احمد، حافظ، خلفاء راشدین کا اجتہادی منہج و نوعیت اور عصر حاضر میں اس سے استفادہ، ص۱۷۹

[45] ایضًا

[46] شعیب احمد، حافظ ، خلفاء راشدین کا اجتہادی منہج و نوعیت اور عصر حاضر میں اس سے استفادہ، ص۱۸۵

[47] الزحیلی، الدکتہ ور محمد، تاریخ القضاء فی الاسلام، ص ۱۵۵

[48] فواد سیزکین، تاریخ التراث العربی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ادار الثقافۃ والنشر بالجامعۃ، ۱۹۹۱ء ،۳/۵۔۶۴۹